قرآنِ حکیم ـــــ اور ـــــ تعمیرِ اخلاق

(سمیع الحق)

★

یہ مقالہ تعلیم القرآن سوسائٹی ڈھاکہ کے زیرِ اہتمام منعقد شدہ کانفرنس (۲۳۔۲۴۔۲۵ فروری ۱۹۶۸ء) کیلئے لکھا گیا

۲۳۔۲۴۔۲۵ فروری کو ڈھاکہ (مشرقی پاکستان) میں تعلیم القرآن سوسائٹی کے زیرِ اہتمام قرآن کریم پر ایک سیمینار ہوا جس میں ممتاز علماء و مشائخ نے شمولیت کی اور قرآنی تعلیمات کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی۔ دار العلوم حقانیہ سے اس اجتماع میں شمولیت کیلئے حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ اور مولانا سمیع الحق مدیر ماہنامہ الحق ۲۲ر فروری ۱۹۶۸ء کو تشریف لے گئے۔ مدیر الحق نے یہ مقالہ اس سیمینار کیلئے لکھا جسے ہم بالاقساط پیش کریں گے۔

ـــــ اصغر حسن ـــــ

خداوندکریم انسان کو اپنا خلیفہ اور خلاصۂ کائنات کی شکل میں پیش کرتا ہے۔ اسکی سرشت میں ظلمت و نور، خیر و شر، نیکی اور بدی کی متضاد صفات ودیعت کی گئی ہیں، وہ اگر چاہے تو ان متضاد صفات کے ذریعہ تمام مخلوقات سے افضل اور بہتر ہو سکتا ہے۔ اور اگر چاہے تو تمام خلائق اور مادی عناصر سے بدتر ہو جائے۔ صفاتِ خیر غالب ہونے کی صورت میں وہ لقد کرمنا بنی آدم وحملناہ فی البر والبحر کا مصداق ہے۔ اور صفاتِ شر غالب ہونے کی شکل میں اولٰئک کالانعام بل ہم اضل اور ثم رددناہ اسفل سافلین کی بنا پر روئے زمین کی سب سے بدتر اور مبغوض مخلوق قرار پا جاتا ہے۔ خداوندکریم کی وہ امانت جس کے اٹھانے سے تمام کائنات عاجز رہی خداوندکریم نے انسان کو اس امانت کا حامل قرار دیا اس امانت کے کچھ تقاضے ہیں اور قرآن کریم انسان سے ان تقاضوں کی تکمیل اور اسکی پیدائش سے لیکر وفات تک اس بارِ امانت کے سنبھالنے کا مطالبہ کرتا ہے ـــ زندگی کے اس مختصر وقفہ میں اسے خالق کائنات کے علاوہ دنیا کی ہر شئے سے کچھ نہ کچھ واسطہ پڑتا ہے جس میں

ہم جنس بنی نوعِ انسان، ماں باپ، اہل وعیال، حاکم اور رعایا، دوست و دشمن، ملک و وطن، قبیلہ اور گاؤں، قومیت اور جنسیت یہاں تک کہ حیوانات تک سے مختلف نوع کے روابط اور تعلقات شامل ہیں۔ اس کے ذمہ کچھ حقوق ہیں، کچھ فرائض۔ خالق اور مخلوق کے ساتھ اس تعلق کو حسن وخوبی سے نباہنا اور خدا کی دی ہوئی تمام صلاحیتوں اور امانتوں کو اپنے موقعہ اور محل میں بہترین طریقہ سے خرچ کرنا حسنِ اخلاق کہلاتا ہے۔ اس لحاظ سے "حسنِ خلق" کا لفظ اتنا وسیع مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے جس میں اعمال صالحہ اور اوصافِ حسنہ کے ساتھ اعتقادات اور عبادات کی تمام تفصیلات بھی آجاتی ہیں اور قرآن کریم کی تعلیمات اور انسانی اخلاق کے سب سے بڑے معلم خاتم النبیینؐ کی سیرت و کردار کا کوئی گوشہ ایسا نہیں رہتا جسمیں قولی یا عملی طور پر انسان کی تعمیرِ اخلاق، تہذیب نفس اور تشکیل سیرت کا پہلو نہ پایا جاتا ہو۔ تعمیر اخلاق کے ساتھ اسلامی تعلیمات کے اس گہرے اور ہمہ گیر تعلق کے ساتھ جب قرآن کریم اور سیرتِ نبوی کی جامعیت بھی ملحوظ رہے تو دعویٰ سے کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کے کسی مذہب کسی اخلاقی فلسفے اور اصلاحی تحریک کسی ریفارمر اور مصلح کی تعلیمات اور ہدایات میں اخلاقِ حسنہ کا اتنا اہتمام نہیں جتنا قرآنِ کریم کی تعلیمات میں ہے اور یہ کہ اسلام اس معاملہ میں بھی یکتا منفرد اور خاتم الادیان ہے۔ خود حضورؐ نے تعمیرِ اخلاق کے سلسلہ میں اسلام کی اس تکمیلی اور امتیازی حیثیت کو اشارہ فرمایا:

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق[1] میری بعثت کا مقصد ہی اخلاقِ حسنہ کی تکمیل ہے۔

حضورؐ نے جس جامعیت اور خوبی کے ساتھ اخلاقِ حسنہ کی تکمیل فرمائی۔ قرآنِ کریم اوّل تا آخر اس اجمال کی تفصیل اور اس متن کی تشریح ہے۔ اس بناء پہ حضرت عائشہؓ نے پورے قرآنِ مجید کو حضورؐ کا اخلاق قرار دیا:

وکان خلقہ القرآن۔ حضورؐ کے اخلاق تو قرآن ہی میں ہیں۔

قرآن کریم اپنی تمام تعلیمات، اوامر اور نواہی، دین اور شریعت کا مقصد ہی انسان کی تکمیل، اور رذائل نفسانی سے اسکی تطہیر اور تزکیہ قرار دیتا ہے۔

مایرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن اللہ تعالیٰ تمہیں تنگی میں نہیں ڈالنا چاہتا بلکہ تمہیں پاک و
یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم صاف کرنا اور اپنی نعمت پوری بھیجنا چاہتا ہے
ولعلکم تشکرون۔ اور یہ کہ تم شکر کرو۔

یہ تطہیر جسے کبھی وہ تزکیہ کا نام دیتا ہے، یعنی نفس کا، تمام ظاہری اور باطنی آلائشوں سے پاک و

---

[1] مسند احمد بیہقی وغیرہ

صاف رکھنا قرآن کریم کے الفاظ میں فلاح دارین کا ذریعہ سرخروئی آخرت کا وسیلہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا ونفس وما سوّٰھا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا۔ ؎۱	قسم ہے نفس کی اور جیسا کہ اس کو ٹھیک کر دیا پھر اسکو اسکی نیکی اور بدی سمجھا دی۔ بیشک جس نے اپنے نفس کو پاک کر دیا وہ کامیاب و کامران ہوا اور جس نے اسے آلائشوں میں ڈال دیا وہ خائب اور ناکام رہا۔
قد افلح من تزکّٰی وذکر اسم ربہٖ فصلّٰی ؎۲	بیشک کامیاب ہوا جس نے اپنے آپ کو پاک صاف کیا۔ اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔

وہ نفس کو اسکی خواہشات اور آلائشوں سے بچانے والوں اور اخلاق حسنہ سے آراستہ کرنے والوں کو پرمسرت زندگی کا مژدہ سناتا ہے۔

فامّا من اعطٰی واتّقٰی وصدّق بالحسنٰی فسنیسّرہٗ للیسرٰی واما من بخل واستغنٰی وکذّب بالحسنٰی فسنیسّرہٗ للعسرٰی فاما من خاف مقام ... ونھی النفس عن الھوٰی فان الجنۃ ھی الماوٰی۔	اور جس نے دیا اور اللہ سے ڈرتا رہا اور اچھی باتوں کو سچ جانا تو اس کو آسانی میں پہنچا دیں گے اور جس نے نہ دیا اور بے پرواہ رہا اور اچھی بات کو برا جانا تو ہم اسے سختی میں پہنچا دیں گے اور جو کوئی اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہو اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا ہو تو بہشت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

قرآن کریم نفس کے اس تزکیہ اور تطہیر، اخلاق حسنہ کی تعمیر، تعلیم اور خباثث سے روکنے کو حضور نبی آخرالزماںؐ کی بعثت کا مقصد قرار دیتا ہے ..... جا بجا آنحضرتؐ کی تعریف میں کہتا ہے:

(الف) یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم	نبی لوگوں کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے۔ پاکیزہ چیزوں کو لوگوں کے لئے اور ناپاک چیزوں کو حرام ٹھہراتا ہے اور وہ بوجھ اور طوق ان سے اتارتا ہے جو ان پر پچھلے زمانہ میں لادے گئے تھے۔
(ب) ویزکّیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔	اور حضورؐ ان لوگوں کو پاک و صاف کرتے ہیں اور ان کو کتاب و حکمت کی تلقین کرتے ہیں۔

؎۱ سورۃ والشمس ؎۲ اعلیٰ

پیغمبر اسلام اپنی سیرت کے ذریعہ اور کتاب وحکمت کی تعلیمات سے نوعِ انسانیہ کی تعمیر و تہذیب کرتا ہے اور جسطرح کتاب ربانی اخلاقِ حسنہ کی جامع ترین کتاب ہے۔ اسی طرح یہ حکمت نبوی بھی۔ اخلاق فاضلہ کا سرچشمہ ہے۔ اس وجہ سے قرآن کریم جا بجا حکمت کے بعد اخلاقِ حسنہ کا ذکر کرتا ہے۔ پھر قرآن کریم اس پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ اخلاقِ حسنہ کی عظمت اور اہمیت کا احساس دلانے کیلئے کہیں اسے ایمان اور اسلام کا نام دیتا ہے، کہیں تقویٰ اور خشیت کا، اور کبھی اسے عبدیت کا شعار اور رحمان کے بندوں کی علامت قرار دیتا ہے۔

قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون والذین ھم عن اللغو معرضون۔ (الآیۃ)	بیشک کامیاب ہوئے ایمان لانے والے جو نماز میں عاجزی کرتے ہیں اور برائیوں سے اعراض کرتے ہیں۔
لیس البران تولوا وجوھکم (الی قولہ) اولئک الذین صدقوا و اولئک ھم المتقون۔	نیکی صرف اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرتے میں نہیں (بلکہ ایمان اور اخلاقِ حسنہ کا اختیار کرنا بھی نیکی ہے) ایسے لوگ سچے اور پرہیزگار ہیں۔
وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا۔ (الی قولہ) واجعلنا للمتقین اماما۔	خدائے رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں۔ اور جنکی دعا یہ ہے کہ اے اللہ ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا دے۔

پھر وہ صرف اخلاقِ حسنہ کی ترغیب نہیں دیتا بلکہ پوری شدت کے ساتھ ہمیں رذائل اخلاق اور اس کے عواقب پر بھی متنبہ کرتا جاتا ہے اور کہیں اسے فحشاء، منکر، بغی سے یاد کرتا ہے۔ کبھی اثم اور فسق کے نام سے اور کبھی اسے مقت یعنی خداوند تعالیٰ اور اس کی تمام مخلوق سے تصادم کا نام دیتا ہے۔

وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی[1]	اور اللہ تمام بے حیائیوں اور قابل انکار اور سرکشی کی باتوں سے روکتا ہے۔
انہ کان فاحشۃ ومقتاً وساء سبیلا۔	بیشک یہ زنا (جو اخلاق برائی ہے) بڑی بے حیائی نہایت نفرت کی بات اور بہت برا طریقہ ہے۔

برے اخلاق و اعمال سے بچانے میں قرآن کریم کو انسان کا ظاہر اور باطن دونوں ملحوظ ہیں اور جوارح و اعضاء کے ساتھ وہ قلب و فکر کو بھی پاکیزگی نفس کا پابند بناتا ہے۔

---

[1] اعراف

قل انما حرم ربی الفواحش ما ظھر منھا وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق.
اے نبی کہہ دیجئے کہ میرا رب فحش اور بے حیائی کی تمام ظاہری اور باطنی باتوں اور گناہ اور سرکشی کو حرام ٹھہراتا ہے۔

احکام اور نواہی کے ساتھ ساتھ قرآن کریم آخر تک قصص، امثال اور واقعات امم ماضیہ کے ضمن میں بھی اخلاق فاضلہ کے اچھے ثمرات اور اخلاق سیئہ کے بُرے نتائج اور عواقب سے خبردار کرتا جاتا ہے۔ خداوند کریم کے ہاں اخلاق فاضلہ کی اہمیت اور بُرے اخلاق کی نفرت کا اندازہ قرآن کریم کے اوّلین شارح اور اخلاقیات کے سب سے بڑے معلم سرور کائنات ؐ کے ان ارشادات سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ حضور ؐ نے فرمایا:

اکمل المومنین ایماناً احسنھم خلقاً۔[1]
مسلمانوں میں کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

اس حدیث میں حسن اخلاق کو ایمان اور اسلام کی تکمیل کا معیار قرار دیا گیا ہے۔ ایک دوسرے موقعہ پر ارشاد ہے:

خیارکم احسنکم اخلاقاً۔[2]
تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

ترمذی وغیرہ کی روایت میں ہے کہ قیامت کے دن اعمال کے ترازو میں حسن اخلاق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ ہوگی۔

ما من شیئ یوضع فی المیزان واثقل من حسن الخلق فان صاحب الخلق لیبلغ بہ درجۃ صاحب الصوم والصلٰوۃ[3]
قیامت کے دن میزان میں حسن اخلاق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ رکھی جائے گی۔ صاحب اخلاق شخص اخلاق کی بدولت نمازی اور روزہ دار کا درجہ پالیتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ بندہ کو حسن اخلاق سے بڑھ کر کوئی عطیہ خدا کی طرف سے نہیں ملا ——

خیر ما اعطی الناس خلق حسن۔[4]
بہترین نعمت خدا کی نعمتوں میں اچھے اخلاق ہیں۔

اسلام میں نماز اور روزہ کی اہمیت ظاہر ہے۔ مگر ایک موقعہ پر حضور ؐ نے ارشاد فرمایا کہ انسان ایمان کے بعد حسن اخلاق سے وہ درجہ پا سکتا ہے جو دن بھر روزہ رکھنے اور ساری رات عبادت کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔[5]

---

[1] ترمذی، ابو داؤد، مسند احمد وغیرہ [2] بخاری کتاب الادب [3] ترمذی [4] حاکم، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی وغیرہ
[5] ترمذی۔

ان احبکم الی واقربکم فی الآخرۃ مجالس محاسنکم اخلاقا وان ابغضکم الی وابعدکم منی فی الآخرۃ مساویکم اخلاقا۔ ؎۱

تم میں میرے سب سے پیارے اور نزدیک خوش خلق اور سب سے بُرے اور مجھ سے دور بد اخلاق ہیں ـــــ

یہودیت اور تعمیرِ اخلاق

تعمیرِ اخلاق میں قرآن حکیم کے حکیمانہ اور جامع اسلوب پر روشنی ڈالنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دیگر مذاہب پر ایک تقابلی نگاہ ڈالی جائے ـــــ مذاہب عالم میں یہودیت اور عیسائیت دو ایسے مذاہب ہیں جن کا آسمانی ہونا خود قرآن نے بتلایا ہے۔ اور آسمانی ادیان میں یہودیت اس لحاظ سے ممتاز تھی کہ خداوندکریم نے تورات کی شکل میں اسے ہدایت کا ایک بہت بڑا سرمایہ دیا تھا۔ پھر لگاتار بیشمار انبیاء اس شجرِ ہدایت کی آبیاری کیلئے آتے رہے مگر یہود کا معاملہ ابتداہی سے اپنے مذہب کے ساتھ تعنت سرکشی اور اعراض کا رہا ـــــ انہوں نے اس نسخہ شفاء کے ذریعہ اصلاح نفس اور ازالہ رذائل کی بجائے اسے اپنی خواہشات کے سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کی اس کی تمام اخلاقی تعلیمات کو بری طرح مسخ ڈالا۔ توحید خالص میں جو اخلاق حسنہ کا سرچشمہ ہے گوسالہ پرستی کی ملاوٹ کی اور اپنی فطری کج روی کی وجہ سے تاویل و تحریف کے راستوں سے اس کی اخلاقی حدود سے فرار کا راستہ نکالا ـــــ تعمیرِ اخلاق کے پہلو سے کسی شریعت کے لانے والے کی سیرت و کردار کا اس کے ماننے والوں پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ آج کی تورات اور بائبل انبیاء کرام کی سیرت کو ایسی گھناؤنی شکل میں پیش کرتی ہے کہ اسے پڑھ کر اخلاق کی رہی سہی وقعت بھی زائل ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ خداوند قدوس کی وہ کتاب جسکی تقدیس و تمجید کے ترانے حضرت موسیٰؑ اور دیگر انبیاء بنی اسرائیل کی زبان پر رہے، اُسے ایسی فحش گالیوں، بے ہودہ واقعات اور ناشائستہ تعلیمات سے بھر دیا گیا ہے جنہیں بازار کے غنڈے بھی زبان پر نہ لاسکیں۔ ایک ایسی کتاب جسمیں انبیاء پر شراب نوشی یا حرام کاری کے الزامات پائے جائیں جس میں لوط علیہ السلام جیسے برگزیدہ نبی کو معاذ اللہ اپنے بیٹوں سے ملوث دکھایا گیا ہو۔ یہاں تک کہ خداوند قدوس کو یعقوب ؎۲ سے رات بھر کشتی لڑتے اور اللہ عزوجل کو پچھاڑتے اور خدا کو زمین و آسمان کی پیدائش پر پچھتانا ؎۳ اور رونا دکھایا گیا ہو، ہرگز اپنے پیروؤں کے اخلاق و اعمال کی درستگی کا دعوٰی نہیں کر سکتی۔ پھر یہود نے تورات کے اخلاق پہلو مسخ کرنے

؎۱ ابن حنبل، طبرانی، شعب الایمان ؎۲ تورات پیدائش باب ۳۲ آیت ۲۴ ؎۳ تورات درس ۵-۶

پر بس نہیں کیا بلکہ حضرت عزیر علیہ السلام اور دیگر انبیاء کے بارہ میں عقیدہ ابنیت اور خود اپنے بارہ میں اللہ تعالیٰ کے محبوب اور اسکی اولاد ہونے کا بیہودہ عقیدہ بھی تام کرلیا ———

یہ عقیدہ خداوند تعالیٰ کی ذات اور اس کے ساتھ مخلوق کے تعلق کی حیثیت پر ضرب کاری تھا اور بالآخر شرک اور گمراہی، ظلم اور سرکشی، عجب اور غرور بغض وعناد اور اپنے سے علاوہ دیگر تمام مخلوق کی تحقیر وتذلیل اور اسطرح کی دیگر ہزاروں اخلاقی برائیوں کا باعث بنا۔ خداوند تعالیٰ کا کسی سے کوئی رشتہ نہیں سوائے خالقیت اور مخلوقیت کے اس کی بارگاہ میں قرب ومنزلت کا مدار عمل صالح اور پاکیزہ اخلاق اور عقائد ہیں اور کسی قوم کا بلا کسی دینی اور عملی استحقاق کے اپنے آپ کو خداوند کریم کا منظور نظر اور لاڈلا سمجھنا ایک ایسا شیطانی فریب ہے جو اسے انسانی مجد وشرف کے تمام وسائل اور ذرائع سے بے نیاز کردیتا ہے۔ مکافات عمل اور محاسبۂ آخرت کا احساس ختم ہوجانے کے بعد کسی روحانی اور اخلاقی ضابطے کی وقعت دل میں باقی نہیں رہ سکتی اور انسان ایک بے لگام حیوان بن کر رہ جاتا ہے۔ یہود کے اس باطل زعم نے انہیں ایک ایسے عجب وغرور میں مبتلا کردیا، کہ وہ اپنے سے علاوہ تمام اقوام عالم کو حقیر اور بے وقعت سمجھنے لگے اور تمام خیر وبھلائی کے اکیلے حقدار کہلانے لگے جس کے نتیجہ میں ایک الہامی مذہب طبقاتی کشمکش اور بربریت کا شکار ہوکر رہ گیا اس پندار اور جاہلی تفاخر نیا پھر یہودی مذہب کے مخصوص اور وقتی حیثیت کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ یہود نے اپنے مذہب کو ایک قومی ونسلی مذہب قرار دیکر ساری دنیا پر اسکی راہیں بند کردیں ایک ایسے تنگ اور گوشہ گیر مذہب سے تعمیر اخلاق اور مذہب انسانیت کی توقع ہرگز نہیں کی جاسکتی ہے جو مال ودولت اور مادی مقاصد کے لئے تو اقوام عالم کا خون چوس سکتا ہو، مگر مرغیات خداوندی؛ جنت اور مغفرت انبیاء سے نسبت اور تعلق بلکہ خدا سے قرابت داری تک کو اپنے لئے الاٹ کراکر خدا کے نازل کردہ دین کو ایک ہی کنبہ اسرائیلی خاندان کے لئے مخصوص کردے۔

حضرت موسیٰ کے لائے ہوئے اخلاقی اور روحانی نظام کے ساتھ یہود کے اس تلاعب اور تمسخر کی وجہ سے ان کے تمام قومی اور اخلاقی خصائل ایک خاص سانچہ میں ڈھل گئے جن سے قرآن کریم نے جگہ جگہ پردہ اٹھایا ہے۔ کمزور اور مغلوب ہونے کی شکل میں شجاعت اور بہادری کی بجائے بزدلی ذلت اور خوشامد غالب ہونے کی صورت میں عدل واحسان کی بجائے سنگدلی اور بربریت، مظلوموں کے حقوق مال وجان کی پامالی عام معاملات میں مکر وفریب دغابازی، نقض عہد، نفاق اور حق سے گریز انبیاء سے عداوت خودغرضی اور نفس پروری اور حد سے زیادہ حرص ولالچ، بخل، کنجوسی، خیانت

اور حبِّ دنیا وغیرہ امور ان کا قومی کردار بن گئے۔

۱۔ فبظلم من الذین ھادوا حرمنا علیھم طیبٰت احلت لھم وبصدھم عن سبیل اللہ کثیرا واخذھم الربوا وقد نھوا عنہ واکلھم اموال الناس بالباطل واعتدنا للکفرین منھم عذابا الیما۔

پس یہود گناہوں کی وجہ سے ہم نے ان پر بہت سی پاک چیزیں حرام کیں جو ان پر حلال تھیں اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور سود لیتے تھے جبکہ انہیں ممانعت کی گئی اور اس وجہ سے کہ وہ ناحق لوگوں کا مال کھاتے تھے جو ان میں سے کافر ہیں ان کے لئے عذاب دردناک تیار کر دیا ہے۔

۲۔ ولتجدنھم احرص الناس علی حیوۃ ومن الذین اشرکوا یود احدھم لو یعمر الف سنۃ۔

تو دیکھے گا ان کو مشرکین اور تمام لوگوں سے زیادہ زندگی کا حریص ان میں ہر ایک چاہتا ہے کہ ہزار برس کی زندگی پاوے۔

۳۔ ومنھم من ان تامنہ بدینار لایؤدہ الیک الا مادمت علیہ قائما۔

ان یہود میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک تو اس کے سر پہ کھڑا نہ رہے تو تیری امانت کی ایک اشرفی بھی واپس نہ کریں۔

۴۔ فبما نقضھم میثاقھم وکفرھم بآیٰت اللہ وقتلھم الانبیاء بغیر حق۔

پس ان کو جو سزا ملی ان کی عہد شکنی اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے انکار کرنے اور انبیاء کرام کے قتل کرنے کی وجہ سے ملی۔

اس اخلاقی انحطاط اور اجتماعی مفاسد کے ہوتے ہوئے یہودیت تعمیرِ اخلاق تو کیا کر سکتی۔ البتہ وہ دنیا کی ہر غیر اخلاقی ہر غیر فطری تحریک اور ہر لادینی نظام کی پشت پناہ اور ہمنوا ثابت ہوئی اور آج اخلاق و اعمال کو تہ و بالا کرنے والی ہر تحریک میں اس کا درپردہ یا علانیہ بھرپور حصہ ہے۔ روس کی خالص لادینی تحریک اشتراکیت کا بانی یہودی تھا اور آج کی مغربی تہذیب و سیاست اور اس کے نتیجہ میں یورپ کا تصورِ اخلاق سے عاری اور سرمایہ دارانہ نظام جس کی وجہ سے دنیا سودی نظام میں جکڑی ہوئی ہے، یہودی شاطروں کی منت پذیر ہے۔ اور بقول اقبال مرحوم ؎

ایں بنوک ایں فکرِ چالاک یہود
نورِ حق از سینۂ آدم ربود

قیامت سے قبل فتنۂ دجال کا ظہور اس یہودیانہ ذہنیت کا نقطۂ کمال ہوگا۔ اور روایات سے دجال

کا یہودیت سے رشتہ ثابت ہے۔ خداوند تعالیٰ کی طرف سے اس اخلاقی تنزل کی سزا دائمی ذلت و خسران اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کی طرف سے ان پر لعنت سور اور بندروں کی شکل میں ان کے مسخ ہونے کی شکل میں ظاہر ہوئی۔

قل هل انبئكم بشر من ذالك	تو کہہ میں تم کو بتلاؤں ان میں کسی کی بری جزا ہے
مثوبة عند الله من لعنه الله	اللہ کے ہاں وہی جس پر اللہ نے لعنت کی اور
وغضب عليه وجعل منهم القردة	اس پر غضب نازل کیا اور ان میں سے بعض کو
والخنازير وعبد الطاغوت	بندر کیا اور بعضوں کو سور اور جنہوں نے بندگی کی
اولئك شر مكانا و اضل	شیطان کی وہی لوگ بدتر ہیں اور بہت بہکے
عن سواء السبيل۔	ہوئے سیدھی راہ سے۔
لعن الذين كفروا من بني اسرائيل	بنی اسرائیل کے کافر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ
على لسان داؤد وعيسى بن مريم	کی زبان پر ملعون ہوتے یہ اس لئے کہ وہ نافرمان
ذالك بما عصوا وكانوا يعتدون	تھے اور حد سے بڑھ گئے تھے آپس میں برے
وكانوا لا يتناهون عن منكر	کام کرنے والوں کو منع نہیں کرتے تھے۔ کیا ہی
فعلوه بئس ما كانوا يفعلون۔	برا کام ہے جو وہ کرتے تھے۔

یہودیت کی اخلاقی اور اعتقادی کوتاہیوں اور یہود کے مزاج قومی اور خصوصیت کے علاوہ تورات کی استنادی حیثیت پر نظر ڈال کر ہمیں اور بھی مایوسی ہو جاتی ہے۔ اسرائیل کے صرف دو اسباط کے بچے کھچے افراد اور تورات کی بخت نصر کے ہاتھوں بربادی پھر ہر سو دو سو سال بعد مسلسل کسی جبار کے ہاتھوں ان کی تباہی پھر خاص طور سے انٹونیس یونانی اور طیطس رومی اور ہڈرین کے ہاتھوں تورات کو دنیا سے ناپید کرنے کی جدوجہد پھر ترجمہ در ترجمہ اور ہر دور ہر زمانہ کی تحریفات، ظاہر ہے کہ اتنے ان گنت مراحل سے گذرنے والی کتاب تعمیر اخلاق اور تکمیل سیرت کی صلاحیت کب تک برقرار رکھ سکتی جبکہ خدا نے بھی اسکی حفاظت کا بیڑا نہ اٹھایا ہو۔

عیسائیت اور تعمیر اخلاق

اپنے پیش رو یہودیت کی طرح عیسائیت کے پاس بھی نہ تو اصلاح اخلاق اور شائستگی اعمال کا کوئی واضح معتدل اور فطری نظام ہے اور نہ کوئی مستند، غیر محرف اور جامع اصول و ضوابط ہیں۔ حضرت عیسیٰ[۲] کے متبعین کے ہاتھوں عیسائیت کی اخلاقی تعلیمات کا حلیہ اس طرح بگڑ چکا ہے کہ آج کسی

ہوش وعقل والے کیلئے اس میں جذب وکشش نہیں رہی خود عیسائی قوم اخلاقیات میں اس مذہب کی ناکامی کی معترف ہے، وہ تعصب کی وجہ سے اپنے مذہب کا نام تو لیتی ہے مگر زندگی کی رہنمائی نفس اور معاشرہ کی اصلاح کیلئے اپنے مذہب کی بے بسی دیکھ کر سارے مذاہب سے وہ عقیدتاً بیزار ہو چکی ہے۔ پہلی چیز خداوند کریم پر ایمان اور توحید ہے جو انسان کی علمی وفکری قوتوں کو اعتدال میں رکھتی ہے۔ مگر یہودیت کی طرح عیسائیت کو بھی شرک اور مظاہر پرستی کا جامہ پہنا دیا گیا۔ اقانیم ثلثہ یعنی اللہ روح القدس اور عیسیٰ کو اپنا معبود، تین کو ایک اور ایک کو تین۔ پھر حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا اور حضرت مریم کو خدا کی جورو مان کر انہوں نے اپنے مذہب کی جڑ ہی کاٹ دی۔ پھر اس کے علاوہ انہوں نے حضرت مسیح کا یہود کے ہاتھوں صلیب ہونے اور "ایلی ایلی لما سبقتنی" کہتے ہوئے زار وقطار رو کر اپنی مدد کیلئے بلانے کا افسانہ گھڑ کر اپنے خدا کو عجیب مجبوری اور بے بسی کے عالم میں دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ عقیدہ تثلیث ویسے بھی توحید الوہیت کی نفی کر رہا تھا، کہ رہی سہی کسر شہنشاہ (بعد از مسیح) سلطنت روما کے قسطنطین کے عیسائیت اپنانے سے پوری ہوئی اس کے ذریعہ قدیم بت پرست رومی تہذیب نے عیسائیت پر احاطہ کر لیا اور بجائے اس کے کہ عیسائیت بت پرستی کو مٹا دیتی اس نے عیسائیت اور بت پرستی میں امتزاج اور یگانگت پیدا کرنے کی کوشش کی اور عیسائی مذہب عیسائیت اور بت پرستی کی معجون بن کر رہ گیا۔[1]

تعمیر اخلاق اور تہذیب نفس کیلئے دوسری بنیادی چیز عقیدۂ آخرت اور نیکی وبدی کی بنا پر مکافات عمل اور احتساب کا صحیح تصور ہے، کہ خدا کے ہاں سرخروئی کا مدار ہر شخص کے ذاتی اعمال واخلاق پر ہے۔ نہ تو خدا کے ساتھ کسی کا رشتہ ہے اور نہ ایک شخص کا بوجھ دوسرا اٹھا سکتا ہے۔ خداوند کریم ہر شخص کو گناہوں کی سزا دینے پر قادر ہے۔ وہ کسی کے بدلے دوسرے کو پکڑ کر اسے معاف نہیں کرتا۔ بلکہ ہر شخص کے ساتھ ایک ایک پل کا حساب کریگا۔ مگر عیسائیوں کے ہاتھوں محرف شدہ مسیحیت میں عقیدۂ آخرت اور محاسبہ اعمال کا بری طرح مذاق اڑایا گیا۔ ایک طرف اپنے زعم باطل میں نحن ابناء اللہ واحباءہ کا عقیدہ جما لیا گیا کہ جب ہم خدا کے پیارے اور رشتہ دار ہیں تو ہم سے باز پرسی اور سختی کہاں ہوگی۔؟ دوسری طرف حضرت عیسیٰ کے سولی پر چڑھنے کو اپنے تمام برے اعمال، معاصی اور منکرات کا کفارہ سمجھ لیا گیا اور اس کے ساتھ ہی بعض عیسائیوں کا یہ تصور کہ صرف ایمان اتنا موثر ہے کہ ایمان لانے کے بعد کوئی گناہ ضرر

---

[1] معرکہ مذہب وسائنس ص ۹۱، ص ۹۳

نہ ہوگا اور نہ خداوند تعالیٰ کسی کا گناہ بخشنے پر قادر ہے۔ ان تصورات کے بعد ظاہر ہے کہ انسان فکر آخرت سے آزاد ہو کر ہر بڑے سے بڑے گناہ پر جری ہو جاتا ہے۔ آج کی مسیحی دنیا کے ہاتھوں پورا عالم جہنم زار بن چکا ہے۔ مگر اس ظلم و بربریت اور حیوانیت کے باوجود اسے کچھ بھی احساس نہیں۔ اس کی حاستہ انسانیت اور ضمیر مرچکا ہے اور وہ اپنے آپ کو تمام اخلاقی بندھنوں سے آزاد سمجھ رہا ہے۔

رہبانیت اور اخلاق

اس عقیدۂ کفارہ نے آگے چل کر اتنی وسعت اختیار کی کہ ارباب کلیسا جنت کے پروانے اور مغفرت کے قبالے جائداد کی معمولی دستاویزوں کی طرح بیچنے لگے عقیدہ کفارہ، ابنیت مسیح اور ان غلط تصورات کی وجہ سے جب اصلاح نفس اور تزکیہ اخلاق کے میدان میں مسیحی نظام کی بے بسی ثابت ہو چکی تو حضرت عیسیٰؑ کے دو سو سال بعد عیسائی مذہب کے علماء نے اس مقصد کے لئے رہبانیت کے نام سے ایک نیا نظام اور فلسفہ گھڑ لیا جس کے بنیادی اصول بدھ مذہب کے بھکشوؤں، ہندومت کی جوگیت، ایران کی مانویت اور افلاطون و فلاطینوس کی اشراقیت سے ماخوذ تھے۔ اور انہی کو تزکیۂ اخلاق کا وسیلہ قرار دیا گیا ابتداہی سے مسیحیت میں ترک تجرد، دنیوی کاروبار شادی بیاہ، تدبیر منزل اور سیاست مدینہ سے کنارہ کشی اور درویشانہ زندگی اختیار کرنے کو اخلاق کا اعلیٰ معیار سمجھا جاتا تھا یہ تخیلات انجیل میں موجود تھے۔ پھر عیسائیوں کے ساتھ تطہیر اخلاق کا کوئی ہمہ گیر اور جامع مفصل نظام شریعت نہ تھا۔ تنہا انجیل جو انہی کی ستم ظریفیوں کے ہاتھوں تحریف و تلبیس کا شکار ہو کر تفصیلی ہدایت نامہ بننے کی صلاحیت کھو چکا تھا۔ (چنانچہ موجودہ انجیل میں حضرت عیسیٰؑ کے ایک وعظ میں صرف دو چار اخلاقی باتیں مذکور ہیں جو ان سے پہلے آسمانی صحیفوں میں منتشر پڑی تھیں)۔ غرض رہبانیت کے نام پر عیسائیت کی جگہ ایک ایسا غیر فطری اور غیر طبعی نظام گھڑ دیا گیا جس میں نہ تو انسان کی فطری خواہشات اور حیوانی جبلتوں کا لحاظ رکھا گیا تھا اور نہ دین و دنیا کے باہمی ربط اور فرد و جماعت کے آپس کے تعلقات کا انسان جو فطرتاً مدنی الطبع ہے اسے تمدن اور تہذیب سے کاٹ کر پہاڑوں اور غاروں کی طرف دھکیل دیا گیا اور شدید جسمانی اذیتوں اور جسم کشی کے لرزہ خیز مظاہروں کو عبادت کا نام دیکر اس کی فطری صلاحیتوں کو سختی سے کچلنے کی کوشش کی گئی اور اس تنگ دنیا اور باہمی علائق، خونی رشتوں اور زندگی سے فرار کو جو در حقیقت دہشت، ظلم، بربریت، نامردی اور بزدلی کہلانے کا مستحق تھا عبادت اور ریاضت اور اخلاق

کا منتہائے کمال ہونے کا نام دیا گیا سینکڑوں سال تک فطرت کے خلاف جنگ کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ تاریخ اخلاق یورپ وغیرہ کتابیں رہبانیت کے اس غلو، افراط، تشدد اور اس کے مہلک اخلاقی اور معاشرتی نتائج کی لرزہ خیز مثالوں سے بھری پڑی ہیں۔

رہبانیت کے اخلاقی نتائج

سینٹ میکریس سکندر رومی کی بابت مشہور ہے کہ وہ چھ ماہ تک مسلسل ایک غلیظ دلدل میں پڑا رہا اور اس کے برہنہ جسم کو زہریلی مکھیاں ڈستی رہیں ان کا ایک مرید لوہے کا دو دو من وزن اٹھائے پھرتا اور تین سال تک ایک خشک کنوئیں میں پڑا رہا۔ بعض "زاہد" عمر بھر مادرزاد ننگے رہتے اور چوپایوں کی طرح ہاتھ پیر کی بل چلتے ــــ اس نظام میں جسم کی طہارت اور روح کی بالیدگی کے منافی طریقوں پر اتنا زور دیا جاتا کہ سینٹ انتھینس نہایت فخر سے اپنے مرشد کے بارہ میں کہتا کہ وہ اس کبرسنی کے باوجود اپنے پاؤں دھونے کے گناہ کا مرتکب نہیں ہوا۔ سینٹ ابراہام نے پچاس سال تک اپنے چہرہ پر پانی کی چھینٹ نہ پڑنے دی۔ ایک کانونیٹ کی تیس راہبات کی تعریف میں لکھا ہے کہ انہوں نے کبھی پاؤں نہیں دھوئے اور غسل کے نام پر تو لرزہ براندام ہوا کرتی تھیں ــــ

ایک راہب الگزنڈر بڑے کاسف اور حیرت سے کہتا ہے کہ ایک وہ زمانہ تھا۔ کہ ہمارے اسلاف منہ دھونا حرام سمجھتے اور ایک ہم ہیں کہ حمام جایا کرتے ہیں۔ نجاست اور غلاظت کو نفس کی پاکیزگی کا ذریعہ سمجھنے کے ساتھ انسانی بھائی چارہ اور معاشرتی زندگی کو بھی نہایت بیدردی سے پامال کیا گیا۔ اور اس رہبانی طرز معاشرت کے نتیجہ میں خاندانی زندگی کی بنیادیں متزلزل ہوگئیں اور باہمی حقوق، قرابت داری، صلہ رحمی، ہمدردی وغیرہ صفات حسنہ کا خون کیا گیا۔ رہبانیت کے لئے پادری بچوں کو اغوا کرتے تھے، والدین کا اپنی اولاد پر کوئی اختیار نہ رہا اور جو لوگ ایک دفعہ اس زندگی کو اختیار کر لیتے تو عمر بھر ماں باپ اور خویش واقارب کے چہرہ دیکھنے کو بدترین گناہ اور روحانیت کی بربادی سمجھتے ایک راہب ایواگریس سالہا سال ریاضتوں میں لگا رہا اسکی ماں اس کے فراق میں تڑپتی اور سلگتی رہی۔ مدتوں بعد وہ اپنے بیٹے کو دیکھنے کیلئے پہنچی، بیٹے نے خانقاہ ہی سے ملاقات نہ کرنے کی اطلاع دی۔ ماں نے اسے خطوط بھیجے۔ اس نے جذبۂ رحم سے مغلوب ہونے کے ڈر سے وہ خطوط بغیر پڑھے جلا دیتے۔ اور ماں کے سامنے نہ ہوا۔ اس طرح بہن بھائی اور ماں باپ کے عمر بھر نہ مل سکنے کی بیشمار مثالیں ان راہبوں کی زندگی میں موجود ہیں۔ اس نظام نے ازدواجی

زندگی کو عملاً حرام قرار دیا۔ قوت شہوانی کو پامال کرنے کیلئے جنسی تعلق اور عورتوں سے شادی کو حرام قرار دیکر اسے عفت کا نام دیا گیا اس نظام کا ایک راہب سینٹ جیروم لکھتا ہے۔ کہ "عفت کی کلہاڑی سے ازدواجی تعلق کی لکڑی کو کاٹ پھینکنا راہب کا اولین کام ہے۔"

خوش طبعی، ہنسی مذاق اور مسرت کی تمام کیفیتوں کو گناہ سمجھا گیا لوگ جو شادی شدہ ہوتے راہبانہ زندگی کی خاطر عمر بھر کیلئے بیوی بچوں سے جدا ہو جاتے۔ اگر مرتے وقت بھی بیوی اس کے سرہانے پہنچ جاتی تو نہایت سختی اور نفرت آمیز طریقہ سے اُسے اس کے سامنے سے ہٹا دیا جاتا۔ ایک شخص شوق "ولایت" کے حصول میں خانقاہ پہنچا تو راہبوں نے اس کے عشق و محبت کو آزمانے کیلئے اسے اپنے آٹھ سالہ اکلوتے بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے دریا میں پھینکنے پر آمادہ کیا اور اس کے سامنے اس کے بیٹے کو سخت اذیتیں دیں۔ اور جب وہ اس سنگدلانہ طریقوں پر پورا اترا تو اسے راہب بننے کی اجازت دی گئی۔ انسانی فطرت کی خلقی صلاحیتوں اور جبلی خواہشات کو اعتدال میں رکھنے کیلئے اس غیر فطری نامعقول طریقوں کا نتیجہ وہی نکلنا تھا جو عظیم الشان اخلاقی انحطاط اور شرافت و نجابت کے زوال کی شکل میں ظاہر ہوا ــــ مسیحیت کی پروٹسٹنٹ تحریک اور بالآخر یورپ کی لادینی اور مادی تہذیب اس انسانیت سوز فلسفۂ اخلاق و تعمیر سیرت کا طبعی ردّ عمل ہے بالآخر فطرت انسانی رہبانیت پر غالب ہوئی اور فسق و فجور کا ایک سیلاب اس "اخلاقی نظام" ہی کی بدولت امڈ پڑا۔ اس نظام کے علمبرداروں، پادریوں اور ارباب کلیسا کی اخلاقی حالت کے بارہ میں قرون وسطیٰ کے مصنفین کی شہادتیں پڑھ کر انسان شرم و حیا میں ڈوب بنے لگتا ہے۔ خالص مذہبی ادارے، کلیسائیں اور روحانی تقریبات کے مراکز بے حیائی اور فحاشی کے اڈے بن گئے مذہبی عہدہ دار، سود خوار اور راشی ہوتے اور ان کے تعیش کا یہ عالم ہوا کہ مملکت فرانس کی پوری آمدنی بھی ان پاپاؤں کیلئے کافی نہ رہی[1]

اہل کلیسا کی عیاشی کے سامنے امرا اور دنیا داروں کی عیش و عشرت بھی ماند پڑ گئی[2] رہبانیت کے علمبرداروں کی سیرت ٹھیک اس آیت کی تفسیر بن کر رہ گئی۔

ان کثیراً من الاحبار والرهبان	بیشک بہت احبار اور رہبان لوگوں کا مال ناحق
لیأکلون اموال الناس بالباطل	طریقوں سے کھایا کرتے ہیں اور اپنے (ان طریقوں)
ویصدون عن سبیل اللہ۔	سے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

---

[1] مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر صفحہ ۲۷۵ [2] معرکہ مذہب و سائنس

تجرد کے نام پر راہبات کی خانقاہیں بداخلاقی کے چکلے بن کر رہ گئے۔ وہاں نوزائیدہ بچوں کا قتل عام ہونے لگا۔ اس مقصد کیلئے زمین دوز تہ خانے کام میں لائے جاتے۔ محرمات تک سے ناجائز تعلقات اور خلاف وضع فطری جرائم ان خانقاہوں پر چھا گئے۔ دسویں صدی کا ایک اطالوی بشپ لکھتا ہے کہ اگر ان خانقاہوں سے حرامی لڑکوں کو الگ کیا جائے تو شاید کوئی بھی خادم لڑکا نہ رہ جائے۔ آٹھویں صدی سے گیارہویں صدی تک بداخلاقی اور بدکرداری کی یہ داستان اس رہبانیت کی داستان ہے، جسے تطہیر اخلاق کے مقصد سے گھڑ لیا گیا اور جسے نباہا نہ جاسکا۔ ورھبانیۃ ابتدعوھا فمارعوھا حق رعایتھا — عیسائیت کی رہبانیت میں تبدیلی اور اس کے اخلاق سوز نتائج سے قطع نظر اگر ہم ایک اور پہلو پر غور کریں تو پھر بھی یہ حقیقت ثابت ہو جائے گی، کہ عیسائیت قوموں کی تعمیر اخلاق کی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتی۔ عیسائیوں کا اپنے آپ کو خدا کی اولاد اور احباب سمجھنے کے بعد ظاہر ہے کہ وہ یہودیت اور برہمنیت کی طرح اخلاق و اعمال کا کوئی عالمگیر اور ہمہ گیر تصور پیش نہیں کر سکتے۔ وہ نسلی برتری کو ثابت کرنے کیلئے ایک علاقائی اور نسلی نظریہ حیات ہے۔ گو سیاسی مقاصد اور اقتصادی منافع کے حصول کی غرض سے اسکی مشنریوں کا جال دنیا میں بچھا ہوا ہے۔ آج یورپ میں تعلیم و معاشرت کے میدان میں کالے اور گورے کا امتیازی سلوک اور کالوں پر ظلم و بربریت اس امر کا بین ثبوت ہے کہ اس مذہب میں عالمگیر نسخہ ہدایت بننے کی کوئی صلاحیت نہیں، مساوات انسانی اور حقوق آزادی و جمہوریت محض زبانی دعوے ہیں۔ پھر وہ مذہب کب عالمگیر اصلاحی دین ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے جس کے پیغمبرؑ نے بار بار اپنی دعوت کی وقتی اور نسلی حیثیت کو ظاہر کر دیا ہو، اور ان الفاظ سے کہ "میں تو اسرائیلی بھیڑوں کو جمع کرنے آیا ہوں اور یہ کہ میرا جانا ہی تمہارے لئے بہتر ہے کہ آنے والا میرے جانے کے بغیر نہیں آئے گا"۔ مکارم اخلاق کے ہمہ گیر آخری نظام پیش کرنے والی شخصیت کی بشارت دی — خود قرآن حکیم نے بھی حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں ورسولاً الی بنی اسرائیل کے الفاظ سے مسیحیت کا بنی اسرائیل تک محدود ہونے کو ظاہر فرمایا ہے۔ اس صورتحال کے بعد انجیلی پروگرام (جو ایک مخصوص قوم اور مخصوص حالات کے مناسب حال اتارا گیا تھا) کب غیر اسرائیلی دنیا کی فلاح و سعادت کا پیغام بن سکتا ہے — یہاں یہ امر ملحوظ رہے کہ تعمیر اخلاق میں قرآن حکیم کے ساتھ دیگر مذاہب کا موازنہ کرتے ہوئے ہمارا مقصد ان مذاہب کے انبیاء کرام اور ان کی تعلیمات پر حرف گیری مقصود نہیں۔ ہم تمام انبیاء اور سچے ادیان کی بنیادی تعلیمات کو اعلیٰ انسانی اخلاق اور سچی تعلیمات کا بہترین اور پاکیزہ نسخہ شفا سمجھتے ہیں۔ بلکہ ہمارا

موازنہ ان مذاہب کی بگڑی ہوئی تحریف شدہ موجودہ تعلیمات سے ہے۔ اور انکی یہ بے اعتدالی، ناقابل عمل اور غیر مفید ہونا، ان کے پیروؤں کی تحریف و تلبیس کا ثمرہ سمجھتے ہیں۔ اور اپنی موجودہ شکلوں میں انہیں تعمیر اخلاق کیلئے مفید نہیں سمجھتے۔ موجودہ انجیل ابتداء سے لیکر آج تک تحریف و تلبیس، تصحیح و تغلیط، تنقید و تنقیح، اضافہ و ترمیم کے عجیب و غریب مراحل سے گذر کر ہم تک پہنچی ہے اور ترجمہ در ترجمہ کی شکل میں تغیر و تبدیلی کا اسے سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کوئی ذی ہوش اور صاحب علم و فکر اسے ہدایت کا ربانی اور آسمانی نسخہ تسلیم نہیں کر سکتا۔ آج اس کا کوئی اصل نسخہ دنیا میں موجود نہیں۔ حضرت مسیحؑ کے فوراً بعد اس کے سینکڑوں اور ہزاروں مختلف اور متعارض نسخے پھیل گئے۔ پھر مشرقی روم کے ایک شہر نیقیہ (فینقیہ) میں ۳۲۵ء میں قسطنطین کے ایماء پر ایک کونسل نے ان ہزاروں نسخوں سے موجودہ اناجیل اربعہ کا انتخاب جس مضحکہ خیز طریقہ سے کیا اثبات و تحقیق اور اسناد و تاریخ کی دنیا میں اسکی نظیر نہیں مل سکتی۔ اس کونسل میں شام و عراق سے لیکر جزائر برطانیہ تک سو سے زائد بشپ اور پوپ شریک ہوئے۔ گرجا کے صدر مقام پر تمام مروجہ اناجیل کا ڈھیر لگایا گیا اور پادری سجدہ میں گر کر دعا کرنے لگے کہ "جو جھوٹی ہے سو گر جائے" اتفاق سے اور تمام نسخے گر گئے، صرف چار باقی رہ گئے، جو اناجیل اربعہ کے نام سے دنیا میں پھیلائے گئے[1]۔

ان اناجیل سے بھی تحریف و تلبیس کا جو سلوک کیا گیا، نا ممکن تھا کہ اب بھی خداوند کریم کی سچی تعلیمات محفوظ بنتیں جب خداوند کریم نے قرآن مجید کی طرح اسکی حفاظت و نگہداشت کی ذمہ داری بھی نہیں لی تھی۔ بلکہ خود اسے ایک وقتی اور عارضی مذہب قرار دے چکا تھا۔

مفسر حقانیؒ نے بحوالہ مسٹر مل نقل کیا ہے۔ کہ عہد جدید کے نسخوں کا مقابلہ کیا گیا۔ تو ۳۰ ہزار اختلافات پائے گئے۔ ڈاکٹر گریباخ نے اور زیادہ یعنی ۳۳۵ نسخوں کا مقابلہ کیا تو اختلافات کی تعداد ڈیڑھ لاکھ تک پہنچی۔ پادری فنڈر لکھتے ہیں کہ کتاب کی غلطیاں اتنی ہیں کہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ صحیح کون ہے؟[2] ہارن اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں لکھتا ہے کہ بلا شبہ بعض تحریفات جان بوجھ کر لوگوں نے کی ہیں۔ ڈاکٹر ولیتق کے نزدیک انجیل متی کا پہلا اور دوسرا باب الحاقی ہے۔ لوقا کے نام سے جو انجیل ہے اس کے بارہ میں آج تک کچھ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کون تھا؟ انجیل یوحنا کے بارہ میں عیسائی اہل تحقیق کی رائے ہے کہ اسے مدرسہ اسکندریہ کے کسی طالب علم نے تصنیف کیا ہے[3]۔

---

[1] النبی الخاتم ص ۲۱ [2] اختتام مباحثہ دینی مطبوعہ حیدرآباد [3] اسلام کی عالمگیری اور جامعیت، ماہنامہ الحق جنوری ۱۹۶۹ء

دیگر مذاہب اور تعمیر اخلاق

ان دو عظیم مذاہب کے علاوہ دنیا میں بدھ مت، ہندو مت یا برہمنیت، کنفیوشس، تاؤ مت، شنٹو مت وغیرہ کے نام سے جتنے مذاہب کے سراغ مل سکے ہیں وہ ایک تو اپنے پیروؤں کے ہاتھوں اس قدر مسخ ہو چکے ہیں کہ اگر ان مذاہب کے پیشوا بھی کسی طرح دنیا میں آجائیں تو انہیں نہ پہچان سکیں پھر ان میں سے اکثر مذاہب کا تعلق ایک قومی، علاقائی یا کسی خاص طبقہ اور قبیلہ سے تھا۔ عالمگیر انسانیت کی تعمیر اور ہدایت سے نہیں ـــــ ہندو مت عالمگیر تو کیا اپنے ملک اور قوم کو بھی یکساں حیثیت نہیں دیتا کنفیوشس مت، چین اور شنٹو مت جاپان کی اکثریت کا مذہب رہا اور بدھ مت چین جاپان اور ہندوستان کے بعض علاقوں کے مذہب بنے اور اکثر عقائد کی بربادی اخلاق کی تباہی اونچ نیچ اور ذات پات کی تفریق کا شکار ہوئے۔ یہاں ہم برہمنیت اور بدھ مذہب پر ایک سرسری نگاہ ڈالتے ہیں جس کا برصغیر اور چین کے علاقوں پر اثر رہا ـــ بدھ مذہب کے بانی گوتم بدھ کی تعلیمات میں اخلاقیات، رحمدلی، شفقت اور سادگی پائی جاتی تھی۔ مگر ایک تو احسان وعفو کے ساتھ اس میں بھی عدل اور قانون اور دین کے ساتھ دنیا کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ دوسرے بہت جلد ہندوستان کے برہمنی مذہب کو اپنے ساتھ شامل کرکے اس نے بھی مسیحیت کی طرح اپنی انفرادیت کھو دی اور گوتم کی اخلاقی تعلیمات نظروں سے اوجھل ہوگئیں۔ اس نے بھی برہمنیت کی طرح گوتم کو اوتار بنایا اور عقیدہ توحید کو تجسم اور حلول اور مظاہر پرستی کے ذریعہ سے فنا کردیا۔ وہ سور، کچھوے، گائے، شیر اور سانپ تک کی پوجا کرنے لگے اور اس عقیدہ کی بنا پر رامچندر اور کرشن جی کو اوتار تسلیم کیا جانے لگا[1] بدھ مت کے پیروؤں کی پوری مذہبی اور تمدنی زندگی پر بت پرستی اور گوتم کے مجسمے چھا گئے۔ پنڈت نہرو اپنی کتاب تلاش ہند میں لکھتے ہیں کہ بدھ رہنما نہایت دولت مند اور ایک طبقہ کے مفاد کے مرکز بن گئے۔ عبادت میں سحر اوہام داخل ہوگئے ـــــ یہاں تک کہ رئس ڈیوڈس کے الفاظ میں ساری فضا پر ذہن کے ان پُر فریب نظریات کی گھٹا چھا گئی اور بانی مذہب کی سادہ تعلیمات ان آتیاقی موشگافیوں میں دب کر رہ گئے[2]۔

برہمنیت اور بدھ مت کی ان مسخ شدہ تعلیمات کے نتیجہ میں ہندوستان جس مذہبی اور اجتماعی خرابیوں میں مبتلا ہوا، اسکی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے۔ انکی مذہبی کتب۔ وید وغیرہ دیوتاؤں کے قصے کہانیوں سے بھری پڑی ہیں جس کے نتیجہ میں ہر شخص نے شیو، وشنو، سورج چاند

---

[1] تفسیر حقانی جلد دوم صـ۲۳۴ [2] تلاش ہند صـ۲۰۱ صـ۲۰۳ از مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر

ستاروں یہاں تک کہ گائے کے گوبر تک کو اپنا معبود بنا لیا۔ قوت علمیہ کی اس بربادی کے ساتھ ان مذاہب کی کتابیں اخلاق واعمال کی بجائے جنسی اور شہوانی جذبات ابھارنے والے کوک شاستر بن کر رہ گئی ہیں۔ ان میں دیویوں اور دیوتاؤں کے باہمی اختلاط کے ایسے افسانے پائے جاتے ہیں جنہیں سن کر مارے شرم کے پیشانی عرق آلود ہو جائے۔ اخلاقی گراوٹ کی انتہا یہ ہے کہ ان مذاہب میں بڑے دیوتا (شیو) کے آلۂ تناسل (لنگم) کی پوجا ہوتی ہے۔ اور بچے جوان مرد و عورت سب اس میں شریک ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر گستاولی بان ان مذاہب پر حیوانی شہوت کے تسلط کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ان کے مندر پرستش کی چیزوں سے بھرے پڑے ہیں جن میں سب سے مقدم لنگم اور یونی ہیں۔ (جن سے مراد مرد اور عورت کی شرمگاہیں ہیں) اشوک کے ستونوں کو بھی عام ہندو لنگم خیال کرتے ہیں۔ اور اسطوانہ اور مخروطی شکلیں ان کے نزدیک لنگم کی مشابہت کی وجہ سے واجب التعظیم ہیں"[1]۔ ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے کہ ایک مذہبی فرقہ کے برہنہ مرد اور عورتیں ایک دوسرے کی شرمگاہوں کی عبادت کرتے ہیں[2]۔ برہمنی تہذیب میں شوہر خاندان یا اس کے بھائیوں سے مشترکہ طور پر اولاد پیدا کرنے کا رواج قدیم ہندوستان کا ایک جانا پہچانا رواج ہے۔ ستیارتھ پرکاش میں مختلف مقامات پر "نیوگ" کے نام سے اس شرمناک رسم کا ذکر موجود ہے[3]۔ اپنے رہنما کرشن جی کے بارہ میں بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ وہ نہاتی ہوئی گوپیوں کے کپڑے اٹھا کر لے جاتا اور ان دوشیزاؤں کو چھیڑا کرتا تھا۔ اپنے اس مہاراج کے بارہ میں ان لوگوں کی تصریحات ہیں کہ ان کے پاس سولہ ہزار ایک سو آٹھ باندیاں اور آٹھ مہارانیاں تھیں[4]۔

یہ تو صرف اخلاقی پہلو تھا۔ ان مذاہب کی غیر معتدلانہ تعلیمات کی وجہ سے ان کے پیرو جس شدید ترین طبقاتی تفریق میں مبتلا ہوئے اور انسان کی انسانیت کو جس بے دردی سے ذلیل اور مجروح کیا گیا، تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ برہمنی تہذیب کیلئے مذہبی دستاویز منوشاستر بنانے والے منوجی نے شودر کی پیدائش کا مقصد صرف برہمنوں کی خدمت گذاری قرار دیا ہے۔ اس نے برہمن کو تمام اخلاقی حدود سے آزاد رکھ کر اسے بلا روک ٹوک غلام شودر کا مال اور عصمت لوٹنے کی اجازت دی ہے۔ اگر وہ برہمنوں پر ہاتھ اٹھائے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ اور اگر ان کے ساتھ یکجا بیٹھنے کی جرأت کرے تو اس کی سرین کو داغوا دیا جائے۔

---

[1] تمدن ہند ص ۴۴۷ [2] ستیارتھ پرکاش ص ۱۵۲ [3] ستیارتھ پرکاش ص ۱۵۳ [4] رحمۃ اللعالمین جلد ۳ ص ۲۷۹

شودر کو مال و دولت جمع کرنے کی اجازت نہیں اگر کوئی شودر مذہبی کتابیں پڑھنے کی جرأت کرے یا برہمن کو سخت بات کہے تو اسکی زبان کھینچ لی جائے اور اگر وید کا کوئی منتر سننے کی کوشش کرے تو اس کے کانوں میں کھولتا ہوا تیل ڈال دیا جائے۔ اس مذہبی دستاویز میں ہے کہ کتے، بلی اور شودر کے قتل کا کفارہ برابر ہے[1]۔ برہمن تہذیب میں عورت کو ایک ذلیل حقیر اور کمزور مخلوق کی حیثیت دی گئی ہے۔ اسکی عفت وعصمت کی قدر کا اندازہ نیوگ اور مشترکہ بیوی کے رواج سے لگایا جا سکتا ہے۔ اسے شوہر کے ساتھ ستی ہونے یا جیتے جی دوسری شادی نہ کرنے کی تعلیم دی گئی ـــ

برہمنیت کے متبعین میں سے بعض لوگوں نے مختلف ریاضتوں اور جوگیت وغیرہ کے ذریعہ اپنی اصلاح کرنی چاہی مگر اس کا حشر بھی رہبانیت کی طرح بھیانک رہا جن لوگوں کی نگاہ میں صرف وسط ایشیا کے ان قدیم مذاہب کی یہ سیاہ تصویر ہے اور وہ اسلام کے ہمہ گیر جامع اخلاقی نظام سے واقفیت نہیں رکھتے وہ موجودہ عیسائی دنیا کی طرح اخلاقی اقدار میں مذہب کی تعمیری صلاحیتوں کے قائل نہ رہ سکے ـــ

ہندوستان کے برہمن نژاد اور مشہور رہنما پنڈت جواہر لال نہرو کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ ان کے ایک سیاسی سوانح نگار پروفیسر سائیکل بیمچر نے ان سے سوال کیا کہ آپ کے نزدیک ایک اچھے کام کے لئے کیا چیزیں ضروری ہیں ۔؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ "میں کچھ معیاروں کا قائل ہوں آپ ان کو اخلاقی معیار کہہ لیجئے یہ معیار ہر فرد اور سماج کیلئے ضروری ہیں مگر ان معیاروں کو قائم رکھنے کیلئے مذہبی نقطۂ نظر اپنی تمام رسوم اور طریقوں کے ساتھ مجھے تنگ نظر آتا ہے"۔ اس کے بعد انہوں نے اخلاقی قدروں کو مذہب سے علیحدہ رکھنے پر زور دیا اور اس کے ساتھ ہی اپنی بے بسی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ مذہب سے علیحدہ اخلاقی قدروں کو ماڈرن زندگی میں کس طرح قائم رکھا جا سکتا ہے۔ اور یہ ایک مسئلہ ہے۔"

ہندوستان کے ان مذاہب کے متوازی اسلام سے قبل جو تحریکیں اور تہذیبیں اٹھیں انکی اخلاقی حیثیت کا بھی یہی حال ہے۔ ایرانیوں کے ہاں ازدواجی رشتہ کیلئے حلال وحرام کی کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ پانچویں صدی کے یزدگرد نے اپنی لڑکی اور بہرام (چھٹی صدی عیسوی) نے اپنی بہن کو زوجیت میں رکھا۔ تیسری صدی عیسوی میں اس شدید اخلاقی بحران کے ردعمل میں مانویت کے نام سے ایک اصلاحی تحریک اٹھی، جو سراسر غیر فطری اور غیر اخلاقی تھی اس میں تجرد کی زندگی کو لازم اور نکاح کو حرام

---

[1] منو شاستر کے مختلف ابواب۔

قرار دیا گیا۔ تاکہ نوع انسانی جلد سے جلد فنا ہو اور دنیا اخلاقی رذائل اور برائیوں سے پاک ہو سکے۔ مانی کی دشمن فطرت تعلیمات کے ردِ عمل میں مزدکیت کی تحریک اٹھی جس نے اخلاق کی تمام حدود توڑ دیں اور دیگر اشیاء کے علاوہ عورت کو بھی ہر ایک کیلئے حلال ٹھہرایا۔ اس کے نتیجہ میں پورا ملک بے حد انارکی، شہوت پرستی، لوٹ کھسوٹ اور حیوانیت میں ڈوب گیا، جو چاہتا کسی کے گھر میں گھس آتا اور مال و زن پر قبضہ کر لیتا۔ آج کی مغربی تہذیب عورت کے معاملہ میں اور اشتراکیت مال و دولت کے معاملہ میں انہی مزدک کے طریقوں پر عمل پیرا ہے۔ ایران کے ان قدیم مذاہب میں بادشاہ کے ساتھ طبقہ وارریت کا وہی معاملہ ہوا جو برہمنیت میں تھا۔ بادشاہوں کی عبادت کی جاتی اور انہیں تمام اخلاقی تقاضوں سے آزاد سمجھا جاتا اور اس کے ساتھ اہل ایران اپنے آپ کو دنیا کی ہر قوم اور نسل پر برتر سمجھنے لگے۔ ان دونوں مجوسیت کے نام سے جو تحریک اٹھی اسکی بھی عقائد و اخلاق کے سلسلہ میں یہی حالت ہے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ ۳۹ سے آگے

وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی تھی۔ اب یہ پتھر ایک آہنی جالیدار کمرہ میں محصور ہے۔ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ سے دورانِ درس میں یہ بات ہم نے سنی تھی۔ "کہ پہلی بار جب میں حج کیلئے گیا تو "مقام" والے پتھر کو میں نے دیکھا، اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک قدموں کا نشان تھا۔ میں نے اس میں زمزم کا پانی ڈال کر پیا تھا"

سننے میں آیا ہے کہ "مطاف" کو وسیع کرنے کے منصوبہ میں اس پتھر کو بلوری شیشہ کے اندر رکھ کر اوپر کی عمارت کو ہٹا دیا جائے گا۔ ان آہنی جالیوں میں بعض سادہ لوح زائرین نے اللہ تعالیٰ کے نام خطوط لکھ کر ڈال دئے ہیں۔ بعض نے اشرفیاں، ریال، سونے، چاندی کے زیورات، اور بعض نے تو اپنے فوٹو بھی یہاں ڈال دئے ہیں۔ (باقی آئندہ)

دار العلوم کراچی کا علمی و دینی
ماہنامہ
البلاغ
کراچی

اس شمارے میں ۱۔ جشنِ نزولِ قرآن (اداریہ) ۲۔ قرآن اور علم فلکیات ۳۔ قربانی، ایک اہم دینی فریضہ ۴۔ ہندوپاک میں علم حدیث۔ ۵۔ سخنِ راست ۶۔ تاثرات ۷۔ انڈونیشیا میں عیسائیت۔ اور مستقل عنوانات۔

البلاغ — دار العلوم کراچی ۱۴